OPEN ACCESS: Al Khadim Research Journal of Islamic Culture and Civilization
ISSN (ONLINE): 2710-0235 https://www.arjicc.com ISSN (PRINT): 2710-0227
DOI: https://doi.org/10.53575/arjicc.v2.03(21)u2.13-24

ائمہ اربعہؒ اور امام ابن حزمؒ کا قیاس سے متعلق تقابلی مطالعہ

A Comparative Study of the Four Imams and Imam Ibn e Hazm on Qiyas

Zishan Ahmad
Ph.D scholar, Qurtaba University of Science and Technology, Peshawar.

Dr. Muqadusullah
Lecturer, Department of Uloom Islamiya, Qurtaba University of Science and Technology, Peshawar.

Received on: 02-10-2021 Accepted on: 02-11-2021

Abstract

Islam is a comprehensive and complete code of life, all issues of life are in the grip of its teachings, and however the rules of Islam are of two kinds. Specified (منصوص): The clear solution of which is contained in the Book of Allah and the Sunnah of the Prophet. Unspecified (غیر منصوص): The clear solution of which is not found in the Book of Allah and the Sunnah of the Prophet. That is, an issue which is not explicitly mentioned in the Book of Allah and the Sunnah of the Prophet (peace and blessings of Allah be upon him) and no consensus has been reached in this regard. Qiyas is one of the most important and basic sources of Shari'ah. The Holy Prophet (PBUH) and his Companions used to deduce the rules through Qiyas. Except for the Ahl al-Zawahir and some Mu'tazilites, no one has denied the validity of the Qiyas. The four Imams count Qiyas among the sources of Shari'ah. They prove the validity of Qiyas by testifying from the Book of Allah and the Sunnah of the Prophet and the sayings of the Companions. While Allama Ibn Hazm has denied the Qiyas. Imam Ibn Hazm has strongly expressed his position on the invalidation of Qiyas. He says that it is not permissible in religion to take Qiyas from speculation and opinion. In the event of a dispute, Allah has commanded that the matter be referred to the Book of Allah and the Messenger of Allah (peace and blessings of Allah be upon him). Now, whoever returns the disputed matter to speculation or opinion, he has violated the command of God, which is a condition of Iman. Qiyas is a name about which Allah Almighty has not given any permission and has not revealed any evidence in this regard. Undoubtedly, Qiyas is just a guess. What Allah has commanded is obligatory and what He has forbidden is haram. What He has neither commanded nor forbidden is permissible and lawful. There is no need for Qiyas or opinion on anything now. He who made obligatory the thing for which the text was not obligatory or declared the thing which is not haram as haram, then he invented a new law in the religion which was not commanded by Allah.

Keywords: A comparative study, four Imams, Imam Ibn Hazm on Qiyas.

اسلام ایک جامع، آب حیات اور مکمل ضابطہ حیات ہے، تمام مسائل زندگی اس کی تعلیمات کی گرفت میں ہیں، البتہ اسلام کے احکام دو طرح

کے ہیں۔ **منصوص:** جن کا واضح حل کتاب اللہ و سنت رسول ﷺ میں موجود ہے۔۔ **غیر منصوص:** جن کا صریح حل کتاب اللہ و سنت نبوی میں موجود نہیں، اس دوسری قسم کے مسائل کا حل معلوم کرنے کے لئے اجتہاد کا اصول دیا گیا، قیاس ان مصادر میں سے ایک ہے، جن کے ذریعے غیر منصوص مسائل کا حل نکالا جاتا ہے۔ یعنی جس مسئلہ کا صریح حکم کتاب اللہ و سنت رسول ﷺ میں نہ ہو اور نہ ہی اس سلسلے میں اجماع منعقد ہوا ہو۔ قیاس شریعت کے اہم ترین اور بنیادی مأخذ میں سے ہے، خود نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ قیاس کے ذریعے احکام کا استنباط کرتے رہے۔ اہل ظواہر اور بعض معتزلہ کے علاوہ کسی نے بھی قیاس کی حجیت کا انکار نہیں کیا۔ ائمہ اربعہ قیاس کو مصادر شریعت میں سے شمار کرتے ہیں کتاب اللہ و سنت رسول ﷺ اور اقوال صحابہ سے استشہاد کر کے قیاس کی حجیت کو ثابت کرتے ہیں۔ جبکہ علامہ ابن حزمؒ نے قیاس کا انکار کیا ہے۔ امام ابن حزم نے ابطال قیاس پر بڑے شد و مد سے اپنے مؤقف کا اظہار کیا وہ فرماتے ہیں، کہ دین میں قیاس اور رائے سے قول اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالی نے تنازعہ کے وقت معاملہ کو کتاب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹانے کا حکم دیا ہے۔ اب جس نے متنازعہ معاملہ کو قیاس یا رائے کی طرف لوٹایا تو اس نے حکم خداوندی، جو کہ ایمان کا شرط ہے، کی خلاف ورزی کی۔ قیاس ایک ایسا نام ہے جس کی اللہ تعالی نے کوئی اجازت نہیں دی اور نہ اس سے متعلق کوئی دلیل نازل کی ہے۔ اللہ نے جس چیز کا حکم فرمایا وہ واجب ہے اور جس سے منع فرمایا وہ حرام ہے، جس چیز کے بارے میں حکم دیا اور نہ منع کیا، وہ مباح اور حلال ہے۔ اب کسی چیز میں قیاس یا رائے کی ضرورت نہیں ہے۔ جس نے وہ چیز واجب کی جس کے وجوب پر نص وارد نہیں ہوئی یا اس چیز کو حرام قرار دیا جس کی حرمت پر نص نہیں آئی تو اس نے دین میں نئی شریعت ایجاد کی جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا تھا۔

قیاس کے لغوی معنی:

تقدیر یعنی اندازہ کرنا، پیمائش کرنا۔ "قست الارض بالقصبۃ" میں نے زمین کو پیمانہ سے ماپا۔ اس لفظ کا استعمال اس موقع پر کیا جاتا ہے، جب ایک شئ کو دوسری شئ سے نسبت دے کر مماثلت بیان کرنا مقصود ہو چنانچہ عربی زبان کپڑے کے پیمائش کے وقت اہل زبان یوں کہتے ہے۔" قست الثوب بالذراع۔ ایعنی میں نے کپڑے کو گز کے ذریعے ناپا۔

قیاس کی اصطلاحی تعریف:

اصول کی کتب میں قیاس کی مختلف تعریفیں ملتی ہیں، جن میں سے چند کا تذکرہ علامہ امدیؒ نے بھی کیا پھر اس کے بعد علامہ صاحب ان الفاظ کے ساتھ قیاس کی تعریف بیان فرمائی۔

"الاستواء بین الفرع والاصل فی العلة المستنبط من حکم الاصل" [۲]

اصل کے حکم سے مستنبط علت کا فرع اور اصل سے برابر کرنا۔

علامہ النسفیؒ نے فرمایا:

"تقدیر الفرع بلاصل فی الحکم والعلة" [۳]

علت اور حکم میں فرع کا اصل کے ساتھ موازنہ کرنا۔

ابوالحسین تحریر فرماتے ہیں:

"تحصيل حكم الاصل فى الفرع لاشتباههما فى علة الحكم عند المجتهدين"[4]

مجتہد کے ہاں فرع میں اصل اور فرع کی علت میں مشابہت کی وجہ سے اصل کے حکم کو حاصل کرنا۔یعنی علت کی مشترک ہونے کی بنا پر منصوص کے حکم کو غیر منصوص میں جاری کرنا یا کتاب اللہ و سنت رسول ﷺ میں صراحت سے بیان کئے ہوئے حکم کو ایسی چیز میں جاری کرنا جس کا حکم صراحتاً مذکور نہ ہو۔اس وجہ سے کہ کتاب اللہ وسنت رسول ﷺ میں بیان کئے ہوئے حکم کی علت اس چیز میں بھی موجود ہو۔قیاس کے مذکورہ تعریفات پر غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے، کہ اس کے درجہ ذیل چار ارکان ہیں:

۱۔ اصل: یعنی کسی مسئلہ کے بارے میں کوئی حکم جس نص سے ثابت ہو اس نص کو اصل کہتے ہیں۔

۲۔ حکم اصل: یہ حکم شرعی ہے، جو قیاس رکن اصل میں نص سے ثابت ہے، اور اسی کو فرع کے طرف متعدی کیا جاتا ہے۔

۳۔ علت: وہ چیز جو مدار حکم بن رہی ہے۔

۴۔ فرع: جس کا حکم صراحتاً مذکور نہیں ہے۔

ائمہ اربعہؒ کے قیاس کی مشروعیت پر دلائل:

قرآن مجید:

۱- "فاعتبروا ياولى الابصار"[5]

اس آیت مبارکہ میں "اعتبار" کا امر ہے۔اور اعتبار کے امر میں قیاس بھی داخل ہے۔

مفسرین حضرات نے اعتبار کی تفسیر میں تحریر فرمایا ہے

" رد الشى الى نظيره بان يحكم عليه بحكمه "[6]

ایک شئی کو اس کی نظیر کی طرف لوٹانا تا کہ اس نظیر کا حکم کا اس شئی میں بھی جاری کیا جاسکے۔

مشہور مفسر ابو بکر الجصاص حنفی نے تحریر فرمایا ہے:

کہ اس آیت مبارکہ میں اعتبار کا امر ہے۔اور نئے پیش ہونے والے مسائل میں قیاس بھی اعتبار کی ایک نوع ہے۔اس وجہ سے قیاس کا استعمال ظاہر آیت مبارکہ سے واجب ہوا۔

اللہ تعالی نے قرآن میں ارشاد فرمایا:

"يايهاالذين امنوااطيعواالله واطيعوالرسول واولى الا مرمنكم فان تنازعتم فى شئى فردوه الى الله والرسول - - - -"[7]

اس آیت مبارکہ سے یوں استدلال کیا گیا ہے، کہ اللہ رب العزت نے پہلے اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا ہے، اس کے بعد اولوالامر

کی اطاعت کا حکم دیا ہے، اور اگر کتاب اللہ وسنت رسول میں واضح حکم موجود نہ ہونے کی صورت میں اولوالامر کے حکم کے نتیجے میں لوگوں اور اولوالامر کے درمیان تنازع پیدا ہو جائے، تو ایسے امر کو اللہ تعالی اور رسول اللہ ﷺ کی جانب لوٹانے کا حکم دیا گیا ہے، جس کا واضح مطلب یہ ہے، کہ ان امور پر قیاس کیا جائے، جن میں نص ہو، اور متنازع معاملہ میں وہ علت پائے جانے کی بنیاد پر جو حکم منصوص پایا جاتا ہے، اس متنازع مسئلہ میں بھی وہی حکم اختیار کیا جائے۔

فرقان حمید کی ایک دوسری آیت مبارکہ میں واضح طور پر لفظ استنباط آیا ہے، اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

"ولو ردوہ الی الرسول و الی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ - - - - -"[8]

علامہ شوکانیؒ نے اس آیت مبارکہ کو بیان کرنے کے بعد فرمایا

"فاولو الامر العلماء،والاستنباط ھو القیاس" [9]

اولوالامر سے مراد علماء اور استنباط سے مراد قیاس ہے۔

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ آیت ہذا سے ثابت ہوتا ہے کہ آیات قرآنیہ میں غور کرنا اور ان سے مسائل کا استنباط کرنا مراد ہے مزید یہ کہ کتاب اللہ وسنت رسول ﷺ کے تحت استدلال بالرائی کرنے اور ان سے قواعد مقررہ اخذ کرنے کا استنباط ہے جو اصحاب الامر کا حصہ ہے اور فقہاء ہیں جو استنباط احکام میں بصیرت رکھتے ہیں۔

ایسی آیات جن میں قرآن کریم قیاس کے طریقے سے دلیل پیش کیا جاسکتا ہے۔

مثلاً "ان مثل عیسی عنداللہ کمثل آدم" [10]

بے شک باری تعالی کے نزدیک عیسی علیہ السلام کی مثال آدم علیہ السلام کی طرح ہے۔

اس آیت مبارکہ حضرت عیسی علیہ السلام کے بن باپ پیدا ہونے کو حضرت آدم علیہ السلام کے بغیر ماں باپ پیدا ہونے پر قیاس کیا گیا ہے۔

" ونزلنامن السماءماءمبارکافانبتنابہ جنات وحب الحصیدوالنخل باسقات لھاطلع نضید ورزقا للعباد واحیینابہ بلدۃ میتا کذالک الخروج"[11]

ان آیات مبارکہ میں تشبیہ سے حکم ثابت کیا گیا ہے دوسری آیت مبارکہ میں میت کے زندہ ہونے کو زمین زندہ ہونے پر قیاس کرکے ثابت کیا ہے۔

اللہ رب العزت نے آسمان سے بارش برسا کر زمین کو زندہ کیا جس سے دانہ اگتا ہے جو پہلے بے جان ہوتا ہے "کذالک الخروج" ایسے ہی انسانوں کو آخرت کے روز قبروں سے اٹھایا جائیگا۔ گویا قیامت کے روز انسانوں کے زندہ ہونے کو مردہ دانہ کے اگنے پر قیاس کیا۔ جیسا کے حدیث مبارکہ میں ہے۔

" قال رسول اللہ ما بین النفختین اربعون وفیہ ثم ینزل اللہ من السماء ماء فینبتون کما ینبت البقل"[12]

قیاس کے دلیل شرعی ہونے پر سنت سے استدلال:

صحابی رسول ﷺ معاذ بن جبل کی حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے، کہ کتاب اللہ وسنت رسول میں صریح حکم نہ ملنے کی صورت میں "میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا" پھر آپ ﷺ کا معاذ بن جبل کے سینہ پر دست شفقت پھیرنا اور یہ فرمانا "الحمد لله الذی وفق رسول رسول الله لما يرضاه رسول الله" ۔[13]

قیاس کی حجیت پر دوسری روایت حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ ایک روایت مروی ہے، کہ ایک آدمی نے رسالت ماب ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، کہ اس کی اہلیہ نے ایک کالے رنگ کے بچے جنم دیا، رسول اللہ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا، کیا تیرے پاس اونٹ ہیں؟ اس نے عرض کیا تو جی ہاں تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ان کے رنگ کیسے ہیں؟ اس نے عرض کیا: سرخ رسالت مآب ﷺ نے پوچھا: کیا ان اونٹوں میں کوئی خاکستری رنگ کا بھی ہے؟ اس نے عرض کیا جی ہاں: رسالت مآب ﷺ نے دریافت فرمایا: اس کے بارے میں تیرا کیا گمان ہے وہ کہاں سے آگیا؟ اس نے عرض کیا کہ ممکن ہے، وہ کسی رگ کے فساد کی وجہ سے ایسا ہو گیا ہو پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہی رگ کا فساد یہاں بھی پایا جا سکتا ہے۔۔[14]

اس روایت مبارکہ میں آپ علیہ السلام نے نوزائیدہ بچے کے سیاہ رنگ کو اونٹ کے خاکستری ہونے پر قیاس فرمایا اور یوں اپنے صحابی کو سمجھادیا کہ وہ اپنی اہلیہ پر بدگمانی نہ کرے۔

درجہ بالا روایات مبارکہ اس بات کی طرف واضح طور پر نشاندہی کر رہی ہیں، کہ آپ علیہ السلام نے زندگی میں خود قیاس فرما کر امت کے لئے قیاس سے کام لینے کے اجازت عطا فرمائی ہے۔

قیاس کی مشروعیت پر صحابہ کا اجماع:

اصحاب رسول ﷺ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو ان کی امامت پر قیاس کیا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے میراث دادا کو باپ اور عبداللہ بن عباس نے پوتے پر قیاس کیا، فاتح خیبر علی المرتضی نے شراب نوشی کی حد کو حد قذف پر قیاس کیا، فاروق اعظم نے حضرت ابوموسی اشعری کے نام ایک تحریر لکھا "اعرف الاشباه والنظائر ثم قس الامور عند ذلک"۔ [15] یعنی اشباہ اور نظائر کو پہچان لو پھر امور کو ان کے مطابق قیاس کرو۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے بہت سے مسائل میں قیاس کیا کسی صحابی سے یہ بات ثابت نہیں کہ انہوں نے قیاس کرنے پر اعتراض کیا ہو یا اس کا انکار کیا ہو، اس لئے قیاس کے شرعی دلیل ہونے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا اجماع سکوتی ہے۔

امام مزنی فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے سے لیکر اب تک تمام علماء فقہاء دینی احکام میں قیاس کرتے ہیں اور یہ کام مسلسل جاری ہے اس لئے کسی کیلئے قیاس سے انکار کی گنجائش نہیں۔[16]

امام ابن قیم تحریر فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے واقعات کو ان کے مثال و نظائر پر قیاس کر کے علماء کیلئے اجتہاد کا دروازہ کھولا۔۔[17]

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کلالہ کے بارے میں رائے سے قیاس کیا۔[۱۸] حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے شرابی کی سزا پر صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے سوال کیا تو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے قیاس کے ذریعے سے شراب پینے کی سزا اسی درے مقرر کرنے کی سفارش کی۔[۱۹] صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو نماز کی امامت پر قیاس کرنا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مانعین زکواۃ کے خلاف نماز پر قیاس کیا۔

لہذا ایسے سینکڑوں مسائل ہیں جن کا حل اصحاب رسول ﷺ نے قیاس سے کیا۔ علامہ ابن حزمؒ کا یہ قول کہ "کسی صحابی رسول ﷺ کے بارے میں وثوق سے یہ بات نہیں کہی جاسکتی کہ اس نے مطلقا قیاس کو درست تسلیم کیا ہو" محل نظر ہے۔

صاحب کشف الاسرار نے امام بزدوی کے قول "وعمل اصحاب النبی فی هذا الباب" کے تحت تحریر فرمایا:

"اشارة الی متمسک اخر عول علیه اکثر - - - فانه قد ثبت بالتواتر ان الصحابه عملوا بالقیاس--[۲۰] یہ بات تواتر کے ساتھ ثابت ہے، کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ قیاس پر عمل کرتے تھے، اس کے بعد صاحب کشف الاسرار خلفاء راشدین اور دیگر اصحاب رسول ﷺ کے عمل سے قیاس کی متعدد مثالیں بیان فرمائی۔ شریعت کے احکام میں قیاس کی حجیت اگرچہ کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ اور اجماع کے بعد ہے، لیکن اس کی وسعت اور وقوع اجماع کی بنسبت زیادہ ہے۔

چناچہ مصطفی احمد الزرقاء تحریر فرماتے ہیں:

"ولا یخفی ان نصوص الکتاب والسنة محدودة متناهیة والحوادث الواقعة و --- --فی اثبات الاحکام الفرعیة للحوادث" -[۲۱]

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے، کہ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی نصوص محدود ہیں، جب کہ واقع ہونے والے واقعات غیر محدود اور لا متناہی ہیں، لہذا اس کے سواء کوئی راستہ نہیں، کہ قیاس کے ذریعے اجتہاد کر کے آنے والے واقعات اور معاملات کے احکام شرعیہ معلوم کئے جائیں، پس قیاس تمام مصادر شریعہ میں احکام فرعیہ کے استخراج کا سب سے بڑا مصدر رہے۔

محمد بن الحسن الفاسی تحریر فرماتے ہیں

"فمن انکر القیاس و زعم ان الشرع تعبدی کله عطل الحکمة ولم یفهم الشریعة حق فهمها" [۲۲]

پس جس نے بھی قیاس تسلیم نہیں کیا، اور یہ گمان کیا، کہ شریعت مکمل امر تعبدی ہے، تو اس نے شریعت کی حکمت کو بے کار کر دیا اور اسے ایسا نہیں پہچانا جیسا کہ اس کے پہچاننے کا حق تھا۔

قیاس عقلی دلائل کی روشنی میں:

۱۔ قیاس انسان کی فطرت ہے، کوئی عقل مند شخص قیاس کا منکر نہیں ہو سکتا، روزانہ کے ان گنت واقعات میں ہر آدمی ایک واقعہ کو دیکھ کر اس ملتے جلتے وقعات کا حکم سیکھتا ہے، یہاں تک کہ بچے تک قیاس سے واقف ہیں، مثال کے طور پر استاد کلاس میں ایک بچے کو کسی غلطی پر ڈانٹتے ہیں، تو اس کو دیکھ کر دوسرے بچے بھی سنبھل جاتے ہیں، کہ یہی غلطی اگر ہم سے ہوئی تو ہمیں بھی ڈانٹ پڑے گی، یہ قیاس ہی تو

ہے، پس معلوم ہو قیاس ایک فطری چیز ہے۔

۲۔ یہ بات تسلیم شدہ ہے، کہ دین اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، یہ بات بھی معلوم ہے، کہ تمام مسائل کا حکم صراحتا کتاب اللہ و حدیث نبوی موجود نہیں، اب یہ بات کہ دین اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے، یہ اسی وقت صحیح ہو سکتی ہے، جبکہ قیاس سے مسائل کا حکم معلوم کرنے کو مان لیا جائے، بصورت دیگر جن مسائل کا حکم کتاب اللہ و سنت نبوی ﷺ میں صراحتا مذکور نہیں اور قیاس کے ذریعے ان کا حکم معلوم کرنا صحیح نہ ہو تو پھر اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات کیونکر رہ سکے گا۔ اس سے معلوم ہوا، کہ اگر قیاس کا انکار کر دیا جائے تو اسلام کا کامل ضابطہ حیات ہونا تسلیم نہیں کرایا جاسکتا۔

۳۔ بے شمار مسائل ایسے ہیں، جن کا حکم فقہاء نے قیاس کے ذریعے معلوم کیا، اور ہم اس پر عمل کرتے ہیں، اور اگر قیاس کو دلیل شرعی تسلیم نہ کیا جائے تو ان مسائل حل کرنے کی کوئی صورت نہیں، کیونکہ ان مسائل کا حکم کتاب اللہ و سنت نبوی میں مذکور نہیں ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ قیاس کا انکار کرنے سے دین اسلام مین تعطل پیدا ہوتا ہے۔

ابطال قیاس سے متعلق علامہ ابن حزم کے دلائل کا جائزہ:

علامہ ابن حزمؒ ابطال قیاس میں اپنے موقف کا اظہار کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"کسی دینی مسلہ میں قیاس ورائے سے فیصلہ کرنا حرام ہے اس لئے اللہ تعالی نے نزاع کی صورت میں کتاب وسنت کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے جس نے متنازعہ معاملہ کو قیاس، تعطیل یا رائے کی طرف لوٹایا تو اس نے حکم الہی کی خلاف ورزی کی، اور فرماتے ہیں قیاس ایک ایسا نام ہے، جس کی اللہ تعالی نے اجازت نہیں دی اور نہ اس کے متعلق کوئی دلیل نازل کیا ہے بے شک قیاس لوگوں کا محض گمان ہے"[۲۳]

امام ابن حزم نے ابطال قیاس میں مندرجہ ذیل قرآنی نصوص سے استدلال کیا ہے۔

۱-ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ [۲۴]

اس آیت مبارکہ کے تحت ابن حزم فرماتے ہیں، کہ اللہ تعالی نے شرعی احکام نازل فرمائے ان میں جس چیز کا امر فرمایا اسے واجب کہتے ہیں، جس سے منع کیا وہ محرمات ہیں، جس سے نہ منع کیا اور نہ اس کا حکم دیا وہ مباح اور حلال ہیں محرمات اور مامورات کے بارے میں نصوص وارد ہوئی ہیں، باقی اشیاء اپنی اصل اباحت پر قائم ہیں، پس جو شخص اس کے بعد قیاس یا غیر قیاس کی بناء پر کسی چیز کو واجب ٹھہرا دے تو اس نے وہ کام کیا جس کا خدا نے حکم نہیں دیا جس نے بدوں نص کس چیز کو حرام قرار دیا تو یہ اللہ تعالی کی حدود سے تجاوز ہے۔[۲۵]

تجزیہ: مقالہ نگار کے خیال میں قیاس کے ذریعے سے غیر منصوص میں حکم ثابت کرنا حقیقت میں کتاب اللہ، سنت رسول اور اجماع سے ثبوت حکم ہے، تو یہ حدود اللہ سے تجاوز نہ ہوگا۔

۲-فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاخر" [۲۶]

اس آیت سے ابطال قیاس کو اس طرح ثابت کرتے ہیں، کہ اگر کسی معاملے میں تنازع پیدا ہو جائے، تو رجوع کتاب اللہ اور سنت رسول کی

طرف کریں اس آیت میں قیاس کا ذکر نہیں، لہذا قیاس قرآن ہے نہ حدیث پس قیاس کی طرف رجوع کرنا جائز نہیں۔

تجزیہ: مقالہ نگار کے خیال میں قیاس کی طرف رجوع کرنا حقیقت میں اللہ اور رسول ﷺ کی طرف رجوع ہے، اس لئے کہ کتاب وسنت دونوں قیاس کے وجوب پر دلالت کرتے ہیں، جیسے کہ دلائل گزر چکے ہیں۔

تیسری دلیل: اصحاب قیاس اس بات کو تسلیم کرتے ہیں، کہ جہاں نص موجود ہو وہاں قیاس کی ضرورت نہیں، قیاس کی ضرورت وہاں لاحق ہوتی ہے، جہاں نص نہ ہو جو شخص یہ کہتا ہے کہ نصوص جملہ احوال و حوادث کو شامل نہیں وہ مندرجہ ذیل آیات کی خلاف ورزی کرتا ہے۔

۱- یایھاالذین امنوا لا تقدموا بین یدی اللہ ورسول۲۷

۲- الیوم اکملت لکم دینکم او اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا"۲۸

۳- مافرطنافی الکتاب من شئ۲۹

۴- ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شئ۳۰

۵- وما کان ربک نسیا۳۱

۶- ولا تقف مالیس لک بہ علم ان السمع والبصروالفؤاد کل اولئک کان عنہ مسئولا-۳۲

۷- وان تقولواعلی اللہ مالا تعلمون۳۳

۸- وان احکم بینھم بماانزل الل۳۴

ان دلائل سے واضح ہوتا ہے، کہ نصوص شرعیہ جملہ مسائل پر مشتمل ہے، پھر قیاس کی کیا ضرورت ہے۔ دین کو اللہ تعالی نے کامل کر دیا ہے، اس کے اس میں قیاس اور رائے سے زیادتی کرنا درست نہیں۔

تجزیہ: مقالہ نگار خیال میں قرآن کریم میں بہت سے احکام کلی ہیں، جن کے تحت بہت سی جزئیات ہوتی ہیں، ان جزئیات کی پہچان لامحالہ رائے سے ہوتی ہے، عقل کی بناء پر ہر زمانہ میں پیش آنے والے حوادث کا حکم نصوص قرآنیہ سے اخذ کیا جاتا ہے، بلاشبہ یہ رائے نصوص قرآنیہ کی ذات پر مبنی ہوتی ہے، کسی حکم میں قیاس کرنا اللہ تعالی اور نبی کریم ﷺ پر سبقت کے مترادف نہیں۔ سبقت کا الزام تب صحیح ہوگا جب کسی مسئلہ پر نص ہوتے ہوئے اس مسئلہ میں قیاس کیا جائے۔ منصوص احکام پر اجتہاد کر کے نئے مسائل میں احکام کو مستنبط کرنا ایک ایسا عمل ہے جسکی خود شریعت نے اجازت دی ہے۔

لہذا یہ کہنا درست نہیں کہ قیاس ایسے قانون کے مطابق حکم ہے جو اللہ رب العزت نے نازل نہیں کیا اور کتاب اللہ کے لفظ تبیانا سے یہ مفہوم مراد لینا درست نہیں، کہ اس میں ہر چیز کے متعلق تمام احکام تفصیل سے موجود ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید میں اصولی اجمالی راہنمائی تو موجود ہے تاہم بعض جزئیات کی تفصیل موجود نہیں۔

علامہ ابن حزمؒ نے رد قیاس میں کچھ احادیث مبارکہ سے بھی استدلال کیا ہے۔

۱۔ رسول اللہ ﷺ کا پاک ارشاد ہے۔

" ان اللہ لا یقبض العلم انتزاعا ینتزعہ من العباد، ولکن یقبض العلم یقبض العلماء،حتی اذا لم یبق عالم اتخذ الناس روسا جھالا فسئلوا فافتو بغیر علم فضلو واضلوا[۳۵]

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

"لم یزل امر بنی اسرائیل مستقیما حتی نشافیھم ابناء سبایاالامم فقالوابالرای فضلوواضلو"[۳۶]

بنی اسرائیل درست حالت میں تھے، یہاں تک کہ ان میں ایسے لوگ پیدا ہو گئے جو باندیوں کی اولاد تھے۔ یہ لوگ اپنے رائے سے باتیں کہنے لگے، پھر خود بھی سیدھے راستہ سے گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔

تجزیہ: مقالہ نگار کے خیال میں ان احادیث مبارکہ سے اس قیاس کی مذمت کی گئی جس میں قیاس کے شرائط وضوابط اور اس کے مطلوبہ تقاضے پورے نہ ہوں۔ مثلاً نص کے مقابلہ میں قیاس کرنا یا قیاس کرنے والا نااہل ہو، قیاس کی مطلوبہ صلاحیت اور استعداد اپنے اندر نہ رکھتا ہو۔ بخاری شریف کی ذکر کردہ حدیث میں یہ الفاظ ہیں:

"فیبقی ناس جھال یستفتون برایھم"[۳۷]

جہلا باقی رہ جائیں گے،ان سے مسائل دریافت کئے جائیں گے اور وہ اپنی رائے سے مسائل بتائیں گے۔ یہ قیاس کی اہلیت رکھنے والے فقہاء کے قیاس کی مذمت نہیں ہے بلکہ نااہل لوگوں کے قیاس کی مذمت ہے۔ جیسے بعض لوگ کتاب اللہ وسنت رسول ﷺ اور دیگر اسلامی علوم میں مہارت تامہ حاصل کیے بغیر شریعت میں رائے زنی کرتے ہیں۔

علامہ ابن حزم قیاس ورائے سے احتجاج کرنے والوں پر حجت قائم کرتے ہوئے اقوال صحابہ رضی اللہ عنھم سے پیش کرتے ہیں:

۱۔ حضرت صدیق اکبر ضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

"ای ارض تقلنی وای سماء تظلنی، اذاقلت فی کتاب اللہ برای اوبمالااعلم" [۳۸]

کونسی دھرتی مجھے اٹھائے گی اور کونسا آسمان سایہ بان ہوگا میرے لئے اگر میں کلام اللہ میں پنی گمان سے کوئی بات کہوں یا ایسی بات کہوں جس کو میں نہیں جانتا۔

۲۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

"اتھمواالرائی علی الدین وان الرای مناھوالظن والتکلف" [۳۹]

۳۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک فتوی دیا تو اس کے متعلق ارشاد فرمایا:

میں نے فتوی اپنی رائے سے دیا۔ جس کا جی چاہے اس پر عمل کرے جو نہ چاہے اسے ترک کردے۔

۴۔ حضرت شیر خدا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہیں

" لو کان الدین بالرای لکان اسفل الخف اولی بالمسح من اعلاہ"[۴۰]

اگر دین حنیف کا دار و مدار رائے پر ہوتا تو موزے کے نچلی جانب مسح کرنا بالائی جانب سے بہتر ہوتا۔

مفسر قران حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

"من قال فی القرآن برایه فلیتبوا مقعده من النار" ۴۱

تجزیہ جن اصحاب رسول ﷺ سے قیاس ورائے کی مذمت منقول ہے خود ان اصحاب رسول ﷺ سے ہی قیاس کرنا ثابت ہے جیسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہم کا کلالہ کے مسئلہ میں اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہم شراب کی سزا میں قیاس فرماتے تھے۔ ۴۲

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رائے کے مطابق فتوی دینا اس وقت جائز نہیں، جب نص موجود ہو جن حضرات سے قیاس ورائے سے فتوی دینا منسوب ہے وہ اس وقت ہے جب اس مسئلہ جب نص نہ پائی جاتی ہو۔

امیر صنعانی نے شیر خدا علی المرتضی رضی اللہ عنہم سے ان کا پورا قول یوں ذکر فرماتے ہیں:

"ولکنی رایت رسول الله صلی الله علیه واله وسلم یمسح علی اعلاه، فکانه قال: لو لا النص لمسحنا برایناا اسفل الخف ففیه اثبات الرای لو لا النص" ۴۳

مگر میں نے دیکھا کہ آقا علیہ السلام موزے کی بالائی جانب مسح فرماتے، گویا کہ آپ کے قول کا مقصد یہ ہے کہ اگر نص نہ ہوتی تو ہم خفین کی نچلی جانب اپنی رائے سے مسح کرتے چونکہ موزہ کی نچلی جانب مسح کرنا معارض نص ہے، پس نص کی موجودگی رائے کی کوئی ضرورت نہیں۔ رائے پر وہاں عمل کیا جاتا ہے، جہاں نص موجود نہ ہو۔

نتیجہ البحث:

تجزیہ: بلاشبہ نصوص ہی شریعت کی ترجمانی کرتی ہیں، مگر نصوص کا فہم و ادراک ان کے ظاہری معانی ہی سے حاصل نہیں کیا جاتا بلکہ ان مقاصد و علل کی بناء پر جن پر نصوص روشنی ڈالتی ہیں علل احکام کی معرفت حاصل کئے بغیر نصوص کے معانی پوری طرح سمجھ میں نہیں آتے، لہذا اگر تعلیل نصوص کو تسلیم نہ کیا جائے تو نہ فقہ اسلامی میں وسعت پیدا ہوتی ہے، نہ لوگوں کا مشکلات کے ازالہ کا کوئی امکان باقی رہتا ہے اور نہ ان قواعد فقہیہ کی تخریج کی جاسکتی ہے، جو متفرق مسائل کو جمع کرتے ہیں، تعلیل ہی سبب وحید ہے جس کی بناء پر فروعات مختلفہ میں نصوص عامہ سے اخذ کردہ علل کی بناء پر ربط پیدا کیا جاتا ہے یا نص خاص سے علت خاص کا استخراج کر کے اس سے ربط کا فائدہ حاصل کیا جاتا ہے ،جو لوگ قیاس و تعلیل کا باب بند کر دیتے ہیں، وہ فقہ کے دروازوں پر تالے لگانا چاہتے ہیں، تعلیل کی غرض و غایت اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ شارع حکیم کی نصوص کے مقاصد و غایات کی معرفت حاصل کی جائے۔ سابقہ بحث سے اندازہ ہوتا ہے، کہ قیاس شریعت کے اہم ترین اور بنیادی مأخذ میں سے ہے، خود نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ قیاس کے ذریعے احکام کا استنباط کرتے رہے۔ اہل ظواہر اور بعض معتزلہ کے علاوہ کسی نے بھی قیاس کی حجیت کا انکار نہیں کیا۔

حوالہ جات

۱۔امدی،الاحکام،ص،۳/۱۲۴

۲۔حوالہ بالا،ص،۲/۱۳۰

۳۔النسفی،نورالانوار،ص،۳۲۳،ناشر سعید اینڈ تاجران کراچی

۴،امدی،الاحکام،۳/۱۲۶

۵۔القران:الحشر:۵۹:۲

۶۔السرخسی،اصول السرخسی۲/۱۲۵

۷۔القران:النساء:۴:۵۹

۸۔القران:النساء:۴:۸۳

۹۔شوکانی،ارشادالفحول۲/۱۳۸

۱۰۔القران:آل عمران:۳:۵۹

۱۱۔القران:ق:۹:۵۰

۱۲۔قشیری،مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب مابین النفختین (ح ۷۴۱۴)

۱۳۔ابوداؤد، کتاب القضاء باب اجتھاد ولرای فی القضاء

۱۴۔ابوداؤد، کتاب ا لنکاح، باب اذاشک فی الولد ۲/۱۹۱

۱۵۔ابن القیم،اعلام المؤقعین،ص،۱/۶۲

۱۶۔حوالہ بالا ۱/۲۰۵

۱۷۔حوالہ بالا،۱/۲۱۷

۱۸ ۔ابن کثیر، تفسیر القران،۱/۶۲۳

۱۹۔ابن القیم،اعلام المؤقعین،۱/۲۱

۲۰۔کشف الاسرار،۳/۲۸۰

۲۱۔الزرقاء، مصطفی احمد،الفقہ الاسلامی فی ثوبہ الجدید،۱/۶۷ناشر مطبعہ الانشاء دمشق

۲۲۔الفاسی، محمد بن الحسن،الفکر السامی فی تاریخ الفقہ الاسلامی،۱/۱۴۰

۲۳۔ظاہری،ابن حزم،الاحکام،۲/۵۰۸

۲۴۔القران:الطلاق:۱:۶۵

۲۵۔ظاہری،ابن حزم،الاحکام،۲/۸

۲۶۔القران:النساء:۴:۵۹

۲۷۔القران:الحجرات:۱:۴۹

۲۸۔القران:الانعام:۶:۳۸

۲۹۔القران:النحل:۱۶:۸۹

۳۰۔القران:مریم:۱۹:۶۴

۳۱۔القران:الاسراء:۱۷:۳۶

۳۲۔القران:البقرۃ:۲:۱۶۹

۳۳۔القران:المائدہ:۵:۴۹

۳۴۔ظاہری،ابن حزم الاحکام فی اصول الاحکام،۸/۴

۳۵۔بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، باب کیف یقبض العلم (ح۱۰۰)

۳۶۔ابن ماجہ، کتاب السنۃ رسول اللہ باب اجتناب الرائی والقیاس (ح۵۶)

۳۷۔بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالسنۃ، باب مایذکر من ذم الرای و تکلف القیاس،(ح۷۳۰۷)

۳۸۔ظاہری،ابن حزم،المحلی ۱/۶۰

۳۹۔ظاہری،ابن حزم،الاحکام، ۲/۱۹۴

۴۰۔ظاہری،ابن حزم،المحلی،۱/۶۰

۴۱۔ابوداؤد، کتاب الطھارۃ، باب کیف المسح (ح۱۶۱)

۴۲۔ابن القیم،اعلام الموقعین، ۲/۲۰۴

۴۳۔امیر الصنعانی، مجموعۃ الرسائل المنیریۃ، ص،۸۸ناشر مکتبہ طیبہ ،الریاض

References

1. Amadi, al-Ahkam, p. 124/3
2. Quoted above, p. 130/2
3. Al-Nasafi, Noor-ul-Anwar, p. 323, Publisher Saeed and Traders Karachi
4, Amadi, al-Ahkam, 126/3
5. Al-Qur'an: Al-Hashr: 2:59
6. Al-Sharhsi, Usul al-Sharhsi125/2
7. Al-Qur'an: Al-Nissa: 59:4
8. Al-Qur'an: Al-Nissa: 83:4
9. Shokani, Irshad al-Fahul2/138
10. Al-Qur'an: Al-Imran: 59:3
11. Al-Qur'an: Q:50:9
12. Al-Qashiri, Muslim ibn Hajjaj, Sahih Muslim, Kitab al-Fatan, Bab Ma'bin al-Nafkhtin (d.7414)
13. Abu Dawud, Kitab-ul-Qaza, Bab Ijthaad Wilarai fi al-Qaza
14. Abu Dawud, Kitab-ul-Nikaah, Bab-e-Azak fi al-Ladd , 191/2
15. Ibn al-Qayyim, Amal al-Mu'qa'in, p. 62/1
16. Reference above1/205
17. Reference above, 1/217
18. Ibn Kathir, Tafsir al-Qur'an, 623/1
19. Ibn al-Qayyim, Amal al-Mu'qa'in, 1/21
20. Kashf al-Israr, 280/3

21. Al-Zarqa, Mustafa Ahmad, al-Fiqh al-Islami fi Thoba al-Jadid, 67/1 Publisher, Al-Insha Damascus
22. Al-Fasi, Muhammad ibn al-Hasan, al-Fikr al-Sami fi Tarikh al-Fiqh al-Islami, 140/1
23. Zahiri, Ibn Hazm, al-Ahkam, 2/508
24. Al-Qur'an: Al-Talaaq: 65:1
25. Zahiri, Ibn Hazm, al-Ahkam, 8/2
26. Al-Qur'an: Al-Nissa: 59:4
27. Al-Qur'an: Al-Hijrat: 49:1
28. Al-Qur'an: Al-Anam: 38:6
29. Al-Qur'an: Al-Nahl: 89:16
30. Al-Qur'an: Mary: 64:19
31. Al-Qur'an: Al-Asra:36:17
32. Al-Qur'an: Al-Baqara: 169:2
33. Al-Qur'an: Al-Ma'ida: 49:5
34. Zahiri, Ibn Hazm al-Ahkam fi Usul al-Ahkam, 8/4
35. Al-Bukhaari, Muhammad ibn Isma'il, Sahih Al-Bukhaari, Bab Al-Qa'if yaqib al-Ilm (h. 100)
36. Ibn Majah, Kitab al-Sunnah Rasulullah, Bab-e-Bahr al-Rai wa'l-Qiyas (h. 56)
37. Al-Bukhaari, Muhammad ibn Isma'il, Sahih Al-Bukhari, Kitab al-Itisaam Balsuna, Bab Ma'izkir min Dhim al-Ra'i wa Taqlif al-Qayyas, (h. 7307)
38. Zahiri, Ibn Hazm, al-Mahalli60/1
39. Zahiri, Ibn Hazm, al-Ahkam, 194/2
40. Zahiri, Ibn Hazm, al-Mahali, 60/1
41. Abu Dawud, Kitab al-Tahara, Bab Kaif al-Mas'ah (d. 161)
42. Ibn al-Qayyim, Amal al-Mu'qa'in, 204/2
43. Amir al-Sanani, Majmoo'at al-Rasa'il al-Muniriyyah, p. 88, Maktaba Tayyaba, al-Riyadh